دوسری خالہ

اشتیاق احمد

شوکی سیریز

متفرق سلسلہ ۲۰

دُوسری خالہ

اشتیاق احمد

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں ۔۔۔

نام ناول ——— دوسری خالہ

طابع ——— اشتیاق احمد

بار اوّل ——— یکم ستمبر ۱۹۸۵ء

مطبع ——— زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

سرورق ——— محمد جاوید چغتائی، لاہور

کتابت ——— محمد سعید نامدار، مہر عبدالستار

قیمت ——— چار روپے

سالانہ قیمت ——— ۲۵۰ روپے

اشتیاق پبلی کیشنز

راجپوت مارکیٹ ○ اُردو بازار ● لاہور

حدیث شریف

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں باعتبار اصل خلقت کے (یعنی مخلوق کی پیدائش کے اعتبار سے) سب انسانوں سے پہلا ہوں اور باعتبار بعثت (یعنی نبوت) کے سب انبیاء سے آخری۔

(در منثور صہ ۱۸۴ جلد ۵)

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

● یہ وقت نماز کا تو نہیں ● آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا ● کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں ● آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا ● آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔

شکریہ!

مخلص:

اشتیاق احمد

دو باتیں

السلام علیکم — دس سال پہلے کا زمانہ بھی عجب تھا — میرے بغل میں کسی ناول کا مسودہ ہوتا تھا، جیب خالی ہوتی تھی، ایک ایک پبلشر کے در پر جا کر اس سے درخواست ان الفاظ میں کرتا تھا، جناب من! اب تک اتنے ناول چھپ چکے ہیں، فلاں فلاں اداروں نے چھاپے ہیں — کیا آپ کوئی مسودہ مجھ سے لینا پسند کریں گے — جواب بہت مایوس کن ملتا — جیب اور پیٹ کا خیال آتا تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا — یہ کیفیت ایک عرصے تک رہی — عرصہ بھی کچھ ہی لیں — اس میں بھی آپ کی بھلائی ہے، قریباً پانچ سال اس حالات کی گود میں گزارے — تب کہیں جا کر لوگوں نے خود منہ سے کہہ کر مسودے مانگنا شروع کیے — اور پھر ایسا بھی وقت آیا کہ میرے پاس مسودہ نہیں ہوتا تھا اور مسودوں کے خواہشمند میرے پاس آتے تھے — اس کے آنے پر میں اپنے اس بغل کو دیکھتا کہ کہیں اس میں کوئی مسودہ ادھر اُدھر موجود تو نہیں — دوسری خالہ اُس ہی دنوں کی ایک یادگار ہے، لیجیے اب ذرا ہنسنا مسکرانا شروع کر دیجیے —

ہیں، اشفاق، اخلاق اور آفتاب بیٹھے سکول کا کام کر رہے تھے — ساتھ ہی اپنے استادوں پر جھنجلا بھی رہے تھے کہ یہ کیسے استاد ہیں جو ڈھیروں کام دے دیتے ہیں، اتنا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا — ابھی ہم اچھی طرح جھنجلا بھی نہ پائے تھے کہ امی جان تشریف لے آئیں — پہلے تو چند لمحے ہمیں تیز نظروں سے گھورتی رہیں، پھر بولیں:

"لڑکو، تم کسی کام کے بھی ہو یا بالکل نکمے ہی ہو؟"

"جی، کیا مطلب؟ ہم آپ کا مطلب نہیں سمجھے" میں نے حیران ہو کر کہا، حالاں کہ ہم سب اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہیں — انھیں ہم سے جب بھی کوئی کام لینا ہوتا تو آکر ہمیشہ یہی کہا کرتی تھیں: "لڑکو، تم کسی کام کے بھی ہو یا بالکل نکمے ہو؟"

"امی جان، کیا آپ کے خیال میں ہم کام نہیں کر رہے

ہیں، بے کار بیٹھے ہیں؟" اشفاق نے پوچھا۔

"صبح سے کام ہی کام تو کر رہے ہیں امّی جان۔" اخلاق بولا۔

"اور آج تو اتنا کام مل گیا ہے کہ کہیں رات گئے جا کر ختم ہوگا۔" آفتاب نے ٹکڑا لگایا۔

"توبہ ہے، بات کو اس طرح پکڑ لیتے ہو کہ آدمی کو دوسرا جملہ کہنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔" امّی نے جھلّا کر کہا۔

"تو آپ دوسرا جملہ کہنا چاہتی ہیں۔ لیجیے، کہیے دوسرا جملہ۔ اب ہم کچھ نہیں بولیں گے۔" میں نے سعادت مندی سے کہا۔

"اور کیا، اگر آپ ہمیں پہلے ہی بتا دیتیں تو ہم کوئی بات کرنے سے پہلے آپ کا دوسرا جملہ سنتے۔" اشفاق نے سر ہلایا۔

"بالکل، آپ تو جانتی ہی ہیں امّی کہ ہم چاروں آپ کے کتنے فرمان بردار بیٹے ہیں۔" اخلاق بولا۔

"بھلا اس میں کسی کو شک ہو سکتا ہے۔" آفتاب جلدی سے بولا۔

"یہ تم چپ ہوئے ہو؟" امّی جان نے قریباً چلّا کر کہا۔

"اوہ، سوری امّی جان، اشفاق، اخلاق، آفتاب۔" میں نے تینوں کو گھورا۔

"جی بھائی جان۔" انھوں نے کہا۔

"جب تک امّی جان کی بات مکمل نہ ہو لے، کوئی درمیان میں نہ بولے۔" میں نے انھیں حکم دیا۔

"جی بہت بہتر، بھائی جان۔"

"ہاں امّی جان، اب کہیے، کیا بات ہے؟" میں نے کہا۔

"کوئی کسر رہ گئی ہے تو پہلے وہ پوری کر لو۔" امّی جان نے غصے میں آ کر کہا۔

"نہیں امّی، ہم بالکل خاموش ہیں اور آپ کی بات کو آٹھ کانوں سے سننے کے لیے بالکل چاق و چوبند ہیں۔" میں نے کہا۔

"بھائی جان، اب آپ کیوں بولے جا رہے ہیں۔" آفتاب بول اٹھا۔

"اوہ ہاں، یہ بھی ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر میں نے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم چاروں کی زبانیں رک تو گئیں، ورنہ میرا خیال تھا کہ آج یہ کسی طرح نہ رکیں گی۔" انھوں نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔

"اب آپ بات بتانے کے بجائے ہماری زبانوں کے بارے میں کہنے لگی ہیں، بات بتائیے نا۔" اخلاق سے رہا نہ گیا۔

"پھر بول اٹھے تم۔" میں نے اُسے گھورا۔

"اخلاق، بہت بُری بات ہے۔" اشفاق نے اُسے ڈانٹا۔

"اور اب تم کیوں بول رہے ہو؟" آفتاب نے کہا۔

"حد ہو گئی — میں جاتی ہوں — تم خاموش ہو کر میری بات نہیں سنو گے؟"

یہ کہہ کر امّی جان نے غصے سے پیر پٹخے اور جانے کے لیے مڑیں۔ ہم چاروں گھبرا گئے۔

"ارے ارے، امّی جان، رک جائیے — خدا کے لیے بتائیے، کیا کام ہے — ہم ایک لفظ نہیں بولیں گے — اگر کوئی بولے تو آپ بے شک اس کی زبان کاٹ دیجیے گا، ہاں —" میں جلدی جلدی کہتا چلا گیا۔

امّی جان رک گئیں، پھر ہماری طرف مڑیں تو غصے کی بجائے ان کے چہرے پر جھلاہٹ میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ تھی۔ وہ تھکے تھکے قدموں سے چلتی واپس آگئیں اور کہنے لگیں:

"کام صرف اتنا سا ہے کہ اپنی خالہ کے ہاں سے ریفریجریٹر اٹھا لاؤ —"

"جی؟" ہمارے منہ سے نکلا — ہماری آنکھیں حیرت کی وجہ سے پھیل گئیں۔

"کیا آپ نے لفظ ریفریجریٹر کہا ہے یا ہمارے کان بجے ہیں؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے، ہمارے کان ہی بجے ہیں" اشفاق بولا۔

"تم لوگوں کے کان نہیں بجے — میں نے ریفریجریٹر ہی کہا تھا" امّی مسکرائیں۔

"ریفریجریٹر، یعنی کہ فرج؟" میں نے حیرت کے سمندر میں غوطہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، فرج —" امّی بولیں۔

"مگر امّی، وہ تو بہت بھاری ہوتا ہے —" اشفاق نے گھبرا کر کہا، کیونکہ وہ وزنی چیزوں سے بہت گھبراتا ہے۔

"بھاری ہوتا ہے، اسی لیے تو تم چاروں کو بھیج رہی ہوں ورنہ کسی ایک کو نہ بھیج دیتی — اس کے چار کونے ہوتے ہیں، ایک ایک پکڑ لینا اور رہڑے پر رکھ دینا۔"

"اچھا تو اسے رہڑے پر لاد کر لانا ہے —" اشفاق نے اطمینان کا سانس لیا۔

"تو اور کیا پیٹھ پر لاد کر لاتے — گدھے کے گدھے ہی رہے — جاؤ، جلدی جا کر لے آؤ —" امّی نے کہا اور کمرے سے نکل گئیں۔

امّی کا حکم تھا، اس لیے اٹھنا ہی پڑا — ہم چاروں گھر سے نکل کر خالہ کے گھر پہنچے اور ان کے دروازے پر دستک دی کیونکہ دروازہ اندر سے بند تھا — دروازہ خالہ جان نے ہی کھولا اور ہمیں دیکھ کر کھل اٹھیں۔

"ارے، تم کیسے راستہ بھول پڑے۔ آؤ آؤ، اندر آ جاؤ۔"
ہم اندر گھس گئے۔
"باجی تو اچھی ہیں؟" خالہ جان نے پوچھا۔
"جی ہاں — خدا کے فضل وکرم سے بالکل ٹھیک ہیں اور خالہ جان وہ دے دیں۔" میں نے کہا۔
"وہ؟ وہ کیا بیٹے،"
"جی وہ، یعنی کہ — وہ۔" میرے منہ سے نکلا، کیونکہ میرے ذہن سے فرج کا لفظ نکل گیا تھا۔
"وہ کیا بیٹے؟" خالہ جان نے حیران ہو کر کہا۔
میں نے بے بسی سے ان تینوں کی طرف دیکھا اور بولا:
"ہم کیا لینے آئے ہیں؟"
"بھائی جان، فرج۔" اشفاق نے جلدی سے کہا۔
"بھائی جان فرج، یہ کیا بلا ہے؟" خالہ جان نے حیران ہو کر پوچھا۔
"خالہ جان، بھائی جان تو میں نے ان کو کہا ہے اور ہم یہاں فرج لینے آئے ہیں۔" اشفاق نے وضاحت کی۔
"فرج، کیسا فرج؟"
"خالہ جان، فرج — یعنی کہ ریفریجریٹر۔" میں نے کہا۔
"مگر کیسا فرج؟" انھوں نے بوکھلا کر کہا۔

"خالہ جان، فرج تو بس فرج ہی ہوتا ہے — اب ہم کیسے بتائیں کہ فرج کیسا ہوتا ہے۔" اخلاق نے سنجیدگی سے کہا۔
"اُف فوہ — ارے بھئی، یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ فرج کیسا ہوتا ہے — میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم کون سے فرج کی بات کر رہے ہو؟" خالہ جان نے جھنجلا کر کہا۔
"جی، ہم اس فرج کی بات کر رہے ہیں جو امّی جان نے منگوایا تھا۔" میں نے بے بسی سے کہا۔
"اور جو قریباً چار پانچ فٹ لمبا چوڑا ہوتا ہے۔" اشفاق نے تشریح کی۔
"اور اس کی دیواریں لوہے کی ہوتی ہیں۔" اخلاق بولا۔
"اور جو بجلی سے چلتا ہے۔" آفتاب نے کہا۔
"اس میں چیزیں ٹھنڈی رہتی ہیں۔" اشفاق بولا۔
"بس بس، میں سمجھ گئی کہ فرج کیسا ہوتا ہے، لیکن اس سوال کا ابھی تک جواب نہیں ملا کہ باجی نے کون سا فرج منگوایا ہے؟"
"یہ تو ہمیں معلوم نہیں — انھوں نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ فرج لے آؤ۔"
"مگر یہاں تو کوئی فرج نہیں ہے۔" خالہ جان نے کہا۔
"جی —" ہم ایک ساتھ بولے۔

"آپ نے کیا فرمایا، یہاں کوئی فرج نہیں ہے؟" میں نے گھبرا کر کہا۔

"تو پھر امّی نے ہمیں یہاں کیوں بھیجا؟" اشفاق نے سوال کیا۔

"آپ کے علاوہ تو ہماری کوئی خالہ بھی نہیں ہے۔" اخلاق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں، یہ تو ٹھیک ہے کہ میرے علاوہ تمہاری کوئی خالہ نہیں ہے۔" خالہ جان نے سوچتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ ہمیں وہ فرج دے دیں نا۔" اخلاق بولا۔

"مگر کون سا فرج؟"

"آپ نے کوئی فرج امّی جان سے لیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے، نہیں تو۔"

"ارے، کہیں انھوں نے آپ کا فرج نہ منگوایا ہو۔" اشفاق کو اچانک خیال آیا۔

"اوہ، ضرور یہی بات ہے۔ حیرت ہے، ہمیں پہلے اس کا خیال کیوں نہ آیا۔" اخلاق نے خوش ہو کر کہا۔

"چلو، مسئلہ حل تو ہوا۔ لائیے خالہ جان، اپنا فرج دے دیں۔" میں نے کہا۔

"میرا فرج، لیکن میرے پاس تو کوئی فرج ہے ہی نہیں۔" خالہ جان نے کہا۔

"کیا کہا، آپ کے ہاں کوئی فرج ہی نہیں ہے؟" ہم ایک ساتھ چلّائے۔

"ہاں، میں نے تو آج تک خریدا ہی نہیں۔"

"اوہ، اس بات کا تو ہمیں آج ہی علم ہوا ہے۔" میں نے کہا۔

"اور نہ آپ ہمارے گھر سے لے کر آئیں؟" آفتاب نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔"

"حیرت ہے، پھر امّی نے ہمیں یہاں کیوں بھیجا؟" میں نے حیران ہو کر کہا — اب ہم چاروں کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی —

"میں خود بھی حیران ہوں — تم کیوں نہیں ان سے جا کر پوچھتے۔" انھوں نے مشورہ دیا۔

"جی، یہ تو ہم کریں گے ہی، لیکن ہے یہ عجیب بات۔ آخر انھوں نے ہمیں یہاں کس لیے بھیج دیا جب کہ آپ فرج لائی ہی نہیں اور آپ کے پاس اپنا فرج بھی نہیں ہے۔"

"چلو، ان سے چل کر پوچھتے ہیں۔" اشفاق نے کہا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ انھوں نے ہمیں کہیں اور بھیجا ہو۔" میں نے کہا۔

"ہوں، ٹھیک ہے۔ ویسے تم یہاں آکر ساری بات ضرور بتانا۔" خالہ جان نے کہا: "ورنہ میں الجھن میں رہوں گی۔"

"جی بہت اچھا، ہم آکر بتا دیں گے۔" میں نے کہا۔

اور ہم حیرت میں ڈوبے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے۔

○

"عجیب بات ہے۔ امّی نے فرج ہی لانے کے لیے کہا تھا نا؟" میں نے راستہ طے کرتے ہوئے کہا۔

"بالکل۔ ہم تینوں نے بھی سنا تھا۔ انھوں نے کسی اور چیز کا نام ہرگز نہیں لیا تھا۔" اشفاق نے یقین سے کہا۔

"تو پھر خالہ جان کے ہاں فرج کیوں نہیں ملا؟" اخلاق بولا۔

"ہو سکتا ہے امّی نے کسی اور کو دے دیا ہو اور خیال انھیں یہ رہا ہو کہ خالہ جان لے گئی ہیں۔" آفتاب نے خیال ظاہر کیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا تمہارے خیال میں امّی کی یادداشت اتنی کمزور ہو گئی ہے؟" میں نے بگڑ کر کہا۔

"تو پھر کیا بات ہو سکتی ہے؟" آفتاب نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہو سکتا ہے، کوئی بغیر پوچھے فرج لے گیا ہو اور امّی نے سوچا ہو کہ خالہ جان لے گئی ہیں، کیونکہ پوچھے بغیر تو چیزیں اُٹھا لے جانے کی انھی کی عادت ہے۔" اخلاق نے کہا۔

"تم احمق ہو۔" میں نے اُسے ڈانٹ دیا۔

"کیا مطلب؟ کیا تم نے مجھے احمق کہا ہے؟" اخلاق نے مجھے گھورا۔

"ہاں، آخر خالہ جان فرج اٹھا کر کیسے لے جا سکتی ہیں۔ وہ عورت ہیں، کوئی جن تو نہیں۔" میں نے اسے جواب دیا۔

"ہاں، یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اب تو گھر چل کر ہی معلوم ہوگا کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ امّی ہی اس راز سے پردہ اٹھائیں گی۔" آفتاب بولا۔

"ہوں ٹھیک ہے۔"

ہم اسی طرح باتیں کرتے، الجھتے، جھنجلاتے اور پیر پٹختے گھر میں داخل ہوئے۔ سامنے ہی صحن میں امّی بے چینی سے

ہماری منتظر تھیں — ہمیں دیکھتے ہی تڑپ کر اٹھیں اور حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں دیکھتے ہوئے بولیں :

"ہائیں، یہ کیا — یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں، فرج کیوں نہیں لائے، خالی ہاتھ کیوں واپس آ گئے — کیا تمہاری خالہ نے فرج دینے سے انکار کر دیا — مگر کیوں ؟ اس نے تو ایک دن کا کہا تھا —" وہ ایک ہی سانس میں کتنی ساری باتیں پوچھتی چلی گئیں۔

"امّی، پہلے ہماری بات سن لیں —" میں نے جلدی سے کہا — میں ڈرتا تھا کہ کہیں امّی کے سوالات کی بوچھاڑ پھر نہ شروع ہو جائے۔

"میں تمہاری ایک نہیں سنوں گی — اس کا جواب دو کہ فرج کیوں نہیں لائے —" انھوں نے آنکھیں نکالیں۔

"جی، وہی تو بتانے لگا ہوں، آپ سُنیے تو —"

"سناؤ، کیا بات ہے ؟"

"آپ نے ہمیں فرج ہی لانے کے لیے کہا تھا نا ؟" میں نے پوچھا —

"حد ہو گئی — اور ابھی ابھی میں تم سے کس چیز کے متعلق پوچھ رہی تھی — عجب گھن چکر ہو تم —" انھوں نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔

"آپ سنیے بھی تو — میرا یہ سوال پوچھنا ضروری تھا۔"

"کیا مطلب، کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے —" وہ چلّائیں۔

"اچھا یہ بتائیے، کیا آپ نے ہمیں فرج لینے کے لیے خالہ جان کے گھر بھیجا تھا ؟"

"ہاں، ہاں، ہاں — آخر ان بے ہودہ سوالوں سے تمہارا کیا مطلب ہے ؟" انھوں نے جھلّا کر کہا : "سنو، میں نے تمہیں خالہ کے گھر سے فرج لینے کے لیے بھیجا تھا — سوئی دھاگا لانے کے لیے نہیں — اگر سوئی دھاگا منگوانا ہوتا تو تم میں سے کسی ایک کو بھیج دیتی، چاروں کو نہیں۔"

"بالکل، بالکل — آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں — اچھا تو سنیے، خالہ جان کے ہاں کوئی فرج نہیں ہے —" میں نے پرسکون انداز میں کہا۔

"کیا ؟" امّی چلائیں : "یہ تم کیا بک رہے ہو ؟"

"ان تینوں سے پوچھ لیجیے —" میں نے اشفاق، اخلاق اور آفتاب کی طرف اشارہ کیا، جو حیرت کے مارے بُت بنے کھڑے تھے —

"کیا یہ ٹھیک کہہ رہا ہے ؟" امّی اخلاق کی طرف مڑیں —

"جی ہاں، خالہ جان کہتی ہیں کہ وہ یہاں سے کوئی فرج ورج نہیں لے گئیں —" اخلاق بولا۔

"کیا یہ الفاظ اس نے خود کہے تھے ؟" امّی نے اخلاق کو اس طرح گھورا، جیسے یہ الفاظ اس کے اپنے ہوں۔

"جی بالکل، یہ الفاظ بالکل انھوں نے کہے تھے اور اپنی زبان سے کہے تھے۔ اس وقت ان کے پاس کوئی دوسرا موجود ہی نہیں تھا کہ وہ یہ الفاظ کسی اور سے کہلواتیں۔" اخلاق گڑبڑا کر بولا۔

"بکواس مت کرو، میں اس وقت غصے میں ہوں۔ مار بیٹھوں گی، تمھیں یقین ہے کہ اس نے یہی الفاظ کہے تھے ؟" انھیں شاید ابھی تک اعتبار نہیں آیا تھا۔

"جی ہاں، ہم چاروں نے یہ الفاظ اپنے کانوں سے سنے ہیں۔" اشفاق نے کہا۔

"انھوں نے کہا کہ وہ یہاں سے کوئی فرج نہیں لے کر گئیں۔"

"جی ہاں، وہ یہی کہتی ہیں۔"

"اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے یا تم چاروں کا۔" امّی جھلا کر بولیں۔

"کیوں امّی، ہمارا کیسے ؟" آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"ہو سکتا ہے، انھوں نے کہا ہو کہ آج نہیں، کل لے جانا۔"

"جی نہیں۔ انھوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ انھوں نے تو صاف صاف لفظوں میں یہ کہا ہے کہ وہ یہاں سے کوئی فرج لے کر ہی نہیں گئیں۔"

"حد ہو گئی، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ خود کل فرج یہاں سے لے کر گئی ہے۔"

"اب ہم کیا کہہ سکتے ہیں امّی جان۔" میں نے بے چارگی سے کہا۔

"اچھا، آؤ میرے ساتھ فرج والے کمرے میں۔ میں تمھیں دکھاؤں۔" انھوں نے پیر پٹخ کر کہا۔

امّی ہم چاروں کو لے کر فرج والے کمرے میں داخل ہوئیں اور چیخ کر بولیں :

"لو دیکھ لو، آنکھیں کھول کر۔ فرج کی تمام چیزیں فرش پر رکھی ہیں اور کمرے میں فرج نہیں ہے۔"

ہم نے دیکھا کہ پانی کی بوتلیں، پھل، گوشت اور دیگچیاں وغیرہ فرش پر رکھی تھیں۔

"کل وہ یہاں آئی تھیں۔ انھوں نے کہا تھا کہ ان کے گھر میں کچھ مہمان آنے والے ہیں۔ ایک دن کے لیے مجھے فرج دے دو، میں نے دے دیا۔ اب آج تمھیں بھیجا تو وہ کہتی ہیں کہ یہاں سے کوئی فرج نہیں لے گئیں۔"

"جی ہاں، بالکل یہی بات ہے، وہ یہی کہتی ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"تو پھر چلو، میں تمہارے ساتھ ان کے ہاں چلتی ہوں۔" امّی جان نے کہا۔

ہم امّی کے ساتھ گھر سے نکلے اور یہ چھوٹا سا قافلہ ایک بار پھر خالہ جان کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ اس قافلے کا سردار پہلے میں تھا اور اس مرتبہ امّی — وہ ہمارے آگے آگے چل رہی تھیں۔

○

خالہ جان کے دروازے پر پہنچ کر امّی نے مجھے دستک دینے کو کہا۔ دروازہ اس مرتبہ بھی اندر سے بند تھا، ورنہ ہم بغیر دستک دیے اندر داخل ہو سکتے تھے کیونکہ یہ ہماری خالہ کا گھر تھا — دروازہ خالہ ہی نے کھولا اور امّی کو ہمارے ساتھ دیکھ کر حیران رہ گئیں، پھر حیرت پر قابو پا کر بولیں:

"ارے، باجی آپ — خیر تو ہے؟"

"چلو چلو، پہلے اندر چلو، پھر تم سے بات کروں گی۔" امّی نے غصے سے کہا۔

"آپ تو بہت غصے میں معلوم ہوتی ہیں، خیر تو ہے؟" خالہ جان نے گھبرا کر کہا۔

"یہ چاروں ابھی کچھ دیر پہلے یہاں آئے تھے؟" امّی جان نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں، آئے تھے۔"

"اور انھوں نے میرا پیغام تمھیں دیا تھا؟"

"فرج والا پیغام؟" خالہ جان نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"جی ہاں دیا تھا۔"

"تو پھر تم نے انھیں فرج کیوں نہیں دیا؟"

"لیکن کون سا فرج باجی؟"

"وہی جو تم کل میرے گھر سے لائی تھیں، ایک دن کے لیے — تم نے کہا تھا کہ تمہارے ہاں مہمان آنے والے ہیں۔" امّی نے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"میں لائی تھی، آپ کے گھر سے — یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں۔"

"لیکن میں آپ کے ہاں سے فرج لانا تو درکنار، کل آپ کے ہاں گئی تک نہیں۔"

"کیا؟ کیا تم یہ کہہ رہی ہو کہ تم کل میرے گھر نہیں آئی تھیں؟" امّی چلّائیں۔

"جی ہاں، بالکل — اس میں کیا شک ہے۔ میں کل آپ کے گھر نہیں گئی تھی۔"

"اف سلمیٰ، تمھیں کیا ہو گیا ہے — کل تم میرے پاس آئی تھیں — تم نے کہا تھا کہ تمہارے ہاں مہمان آنے والے ہیں، اس لیے ایک دن کے لیے فرج دے دو اور میں نے فرج خالی کر کے تمہارے حوالے کر دیا تھا — تم اپنے ساتھ رہڑا بھی لائی تھیں۔"

"رہڑا، یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں — آپ کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے — آپ ضرور بھول گئی ہیں — یا پھر کل رات کوئی خواب دیکھا ہوگا۔"

"میں نے خواب نہیں دیکھا — فرج والے کمرے میں فرج موجود نہیں، ان چاروں سے پوچھ لو۔"

"حیرت ہے، فرج کہاں چلا گیا۔" خالہ جان بھی اس مرتبہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکیں —

"جاتا کہاں — اسے تم لے کر آئی ہو — تم نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ ایک دن کے لیے فرج دے دو۔"

"بالکل نہیں کہا تھا، میں کہہ بھی کیسے سکتی تھی، جب کہ

میں آپ کی طرف گئی ہی نہیں۔"

"تو تم میرے ہاں سے فرج نہیں لائیں؟" امّی جان نے انھیں بُری طرح گھورا۔

"بلکہ میں وہاں گئی تک نہیں۔"

"تمھیں اچھی طرح یاد ہے؟" امّی نے کہا۔

"ہاں، بہت اچھی طرح یاد ہے۔" اُنھوں نے کہا۔

"دیکھو، ذرا یاد کر لو — ہو سکتا ہے، تمھیں یاد آجائے۔ جس وقت تم میرے ہاں آئیں تو میں اپنی قمیص پر پھول کاڑھ رہی تھی۔" امّی جان نے کہا۔

"پھول کاڑھ رہی تھیں —" خالہ جان نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں، گلاب کے بڑے بڑے پھول اور تم نے کہا تھا کتنے پیارے پھول ہیں —" امّی جان نے انھیں یاد دلانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا —

"ہرگز نہیں — میں یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتی۔" خالہ جان نے کہا —

"کیوں نہیں کہہ سکتیں؟"

"اس لیے کہ گلاب کے پھول مجھے بالکل پسند نہیں — انھیں سونگھتے ہی مجھے نزلہ ہو جاتا ہے، بلکہ ذکر کرنے سے ہی چھینکیں آنے لگتی ہیں —" خالہ جان نے کہا اور پھر فوراً

ہی انھیں اوپر تلے پانچ چھے چھینکیں آئیں — امّی جان ان کی چھینکوں کے رکنے کا انتظار کرتی رہیں — جب ان کی چھینکوں میں بریک لگے تو وہ بولیں :

"تو تمھیں بالکل یاد نہیں کہ تم کل میرے گھر سے ایک دن کے لیے فرج مانگ کر لائی تھیں؟"

"یاد کیوں نہیں — مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں کل آپ کے گھر سے ایک دن کے لیے فرج ہرگز ہرگز مانگ کر نہیں لائی، بلکہ میں تو کل آپ کے گھر گئی بھی نہیں۔"

"دیکھو سلمیٰ، میری بات ٹھنڈے دل سے سنو۔" امّی جان تنگ آکر بولیں "بعض اوقات انسان سے بہت بڑی بھول ہو جاتی ہے، وہ بالکل بھول جاتا ہے کہ اس نے کل کیا کیا کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ تم بھی بھول گئی ہو۔"

"میں یہ بات ماننے کو بالکل تیار نہیں۔" خالہ جان اٹل لہجے میں بولیں۔

"ٹھیک ہے، تم نہ مانو، لیکن میری ایک درخواست تو مان لو۔"

"کہیے، کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"ایک بار اپنے گھر کی تلاشی لے لو — شاید کسی کمرے میں فرج موجود ہو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے —" خالہ جان ایک دم بولیں۔

"آخر دیکھ لینے میں حرج ہی کیا ہے؟"

"تو آپ خود ہی دیکھ لیں — مجھے تو اپنی یادداشت پر پورا پورا بھروسا ہے۔" خالہ جان نے کہا۔

"اچھی بات ہے — ہم خود دیکھ لیتے ہیں۔" امّی جان نے کہا۔

اور ہم پانچوں نے خالہ جان کے گھر کی تلاشی لینا شروع کی — انداز بالکل ایسا تھا، جیسے ہم پولیس کے سپاہی ہوں اور کسی چور کے گھر کی تلاشی لے رہے ہوں — ایک ایک کمرہ دیکھ ڈالا۔ سٹور کو بھی نہ چھوڑا — یہاں تک کہ جب فرج کہیں بھی نہ ملا تو غسل خانے بھی دیکھ ڈالے، لیکن فرج کو نہ ملنا تھا، نہ ملا — آخر تھک ہار کر پھر اسی کمرے میں آئے جس میں خالہ جان کو چھوڑا تھا — وہ اسی طرح بُرا سا منہ بنائے بیٹھی تھیں —

"کیوں مل گیا فرج؟" انھوں نے پوچھا۔

"نہیں ملا، لیکن مجھے سو فی صد یقین ہے کہ فرج میرے گھر سے کل تم ہی لائی تھیں۔"

"باجی، آپ اب بھی یہی کہہ رہی ہیں، حالانکہ آپ نے سارے گھر کی تلاشی لے ڈالی ہے۔"

"لیکن مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے" امّی بولیں۔

"باجی، آپ کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے"

"ہرگز نہیں۔ غلط فہمی اور بھول کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا" امّی اڑ گئیں۔

"اب میں آپ کی بات کا کیا جواب دوں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے"

"اچھا خیر، اب ہم چلتے ہیں۔ تم اس دوران میں یاد کرنے کی کوشش کرتی رہنا" امّی جان بولیں۔

"گھر کی تلاشی لینے کے بعد بھی آپ یہ کہہ رہی ہیں، فرض کیجیے، میں فرج لائی تھی تو اسے یہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ جا کہاں سکتا تھا"

"ہو سکتا ہے، تم سے کوئی اور مانگ کر لے گیا ہو۔ شاید تمہاری کوئی عزیز سہیلی لے گئی ہو"

"نہیں۔ یہ ناممکن ہے"

"اور میں کہتی ہوں، یہ عین ممکن ہے" امّی جان نے غصے سے کہا اور ہمیں ساتھ لے کر گھر سے باہر نکل آئیں۔

اب ہم اپنے گھر جا رہے تھے۔ دماغ بھائیں بھائیں کر رہے تھے۔ معاملہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ ہر کوئی یہی سوچ رہا تھا کہ آخر فرج کہاں گیا۔ وہ کوئی سوئی تو تھا نہیں کہ اِدھر اُدھر ہو جاتا۔

"امی جان، کہیں آپ ہی تو نہیں بھول رہی ہیں" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا، کیونکہ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ امّی ہی بھول رہی ہیں۔

"ہرگز نہیں" وہ بولیں۔

"ہو سکتا ہے، آپ سے کوئی اور لے گیا ہو" اخلاق نے کہا۔

"نہیں، فرج لے جانے والی تمہاری خالہ تھیں" انھوں نے کہا۔

"حیرت ہے، پھر وہ کہاں چلا گیا؟" آفتاب بولا۔

"تمہاری خالہ ضرور کسی اور کو دے کر بھول گئی ہیں"

"جب وہ فرج لینے آئی تھیں تو اس وقت گھر میں اور کون تھا؟" میں نے پوچھا۔

"تمہارے ابّو" انھوں نے کہا۔

"تو پھر چلیے۔ پہلے ان سے پوچھتے ہیں" اخلاق بولا۔

"ان سے کیا پوچھیں گے" امّی نے آنکھیں نکالیں۔

"فرج کے متعلق ۔" اخلاق نے گڑبڑا کر کہا۔

"تو کیا تم بھی یہی سمجھتے ہو کہ بھول مجھ سے ہوئی ہے۔"

"جج، جی۔ جی نہیں ۔ نہیں تو ۔ نہیں ۔" اخلاق نے بوکھلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے، اب میں تمہارے ابّو کو لے کر تمہاری خالہ کے ہاں جاؤں گی ۔" امّی کو کچھ خیال آیا۔

ہم گھر میں داخل ہوئے تو ابّو حقہ پی رہے تھے ۔ ہم سخت حیران ہوئے، کیونکہ وہ تو سگار پیتے تھے ۔ ہم نے انھیں پہلے کبھی حقہ پیتے نہیں دیکھا تھا ۔ ویسے گھر میں دادا مرحوم کا حقہ موجود تھا ۔ ہم فرج کو بھول کر حقے کے متعلق پوچھنے بیٹھ گئے:

"ابّو، آپ حقہ پی رہے ہیں ۔"

"ہاں بیٹا، آج حقہ پینے کو دل چاہا تھا، سو میں نے اسے تازہ کر لیا ۔ پینے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں بھی سگار کا لطف آتا ہے ۔"

"تو کیا آپ اب حقہ ہی پیا کریں گے ؟" اخلاق نے پوچھا ۔

"گھر میں حقہ پیا کروں گا اور دفتر میں سگار، کیوں کہ دفتر حقہ نہیں لے جا سکتا ۔"

"آپ کو دونوں چیزوں میں کوئی فرق نہیں محسوس ہوا ؟"

"بالکل نہیں، لیکن تم لوگ گئے کہاں تھے ؟" انھوں نے پوچھا: "اور اپنی امّی کو کہاں آوارہ گردی کرا کے لائے ہو ؟"

"جی، ہم خالہ جان کے ہاں گئے تھے ۔"

"سلمیٰ کے ہاں، لیکن کیوں ؟ یہ یکایک وہاں جانے کی ضرورت کیوں پڑ گئی ؟"

"جی ہم خود نہیں گئے تھے ۔ امّی جان ہمیں لے گئی تھیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"کیا مطلب، یعنی تمہاری امّی تمھیں آوارہ گردی کرانے لے گئی تھیں ۔" ابّو چونک کر بولے ۔

"چھوڑیے اس مذاق کو ۔ پھر کسی وقت ہوتا رہے گا ۔" امّی جان نے بُرا سا منہ بنا کر کہا ۔

"تمہارا مزاج کچھ گرم لگتا ہے ۔ خیر تو ہے ؟"

"میرے مزاج کو گولی ماریے ۔"

"ہائیں ہائیں، آخر بات کیا ہے ؟" ابّو گھبرا گئے ۔

"یہ بتائیے کہ کل جب سلمیٰ یہاں آئی تھی تو آپ یہیں تھے نا ؟"

"سلمیٰ، کون سلمیٰ ؟" ابّو نے حیران ہو کر کہا ۔

"اے لو، اب انھیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ سلمیٰ کون ہے ۔

میری چھوٹی بہن اور کون ۔"

"اوہ، وہ سلمیٰ — میں سمجھا ۔" ابّو بولے ۔

"کیا مطلب ؟ کیا آپ کسی اور سلمیٰ سے بھی واقف ہیں ؟" امّی نے کہا ۔

"ہوں، بالکل ہوں — میری ماموں زاد بہن کا نام بھی سلمیٰ ہے ۔"

"ہاں، یاد آیا — اسے تو میں بھول ہی گئی تھی ۔"

"جیسے میں تمہاری بہن کو بھول گیا تھا ۔" ابّو مسکرائے ۔

"میں بات کیا کر رہی تھی اور آپ لے بیٹھے کیا ؟" امّی جھلا اٹھیں —

"ہاں تو بتاؤ نا، تم کیا کہہ رہی تھیں ؟"

"میں کہہ رہی تھی کہ ..... کہ..... اے لو، بھول گئی — بھلا میں کیا کہہ رہی تھی، شوکی ؟" وہ جلدی سے میری طرف مڑیں —

"جی آپ — آپ شاید خالہ جان کے متعلق کچھ کہہ رہی تھیں ۔" میں نے انھیں یاد دلایا ۔

"ہاں، یاد آیا — تو میری بہن سلمیٰ کل آپ کے سامنے یہ آئی تھی نا ؟" انھوں نے پوچھا ۔

"بالکل آئی تھی — مجھے اچھی طرح یاد ہے ۔"

ابّو کا جواب سن کر ہم حیرت زدہ رہ گئے ۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ انکار کر دیں گے ۔ کیونکہ ہم تو سمجھے بیٹھے تھے کہ امّی جان ہی بھول رہی ہیں، لیکن ابّو کا جواب سن کر ہماری حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا اور لگے ایک دوسرے کو گھورنے ۔

دوسری طرف امّی کہہ رہی تھیں :

"اور وہ ہمارا فرج لے گئی تھی ۔"

"فرج لے گئی تھی ؟" ابّو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ۔ پھر وہ بولے :

"تم سے کس نے کہہ دیا کہ وہ ہمارا فرج لے گئی تھی ۔"

"کیا مطلب، تو کیا وہ ہمارا فرج نہیں لے گئی ؟"

"مجھے کیا معلوم — جب وہ آئی تھی تو میں اس وقت باہر جانے کے لیے تیار بیٹھا تھا — ادھر وہ گھر میں داخل ہوئی، ادھر میں گھر سے نکل گیا — البتہ میں نے اس کے سلام کا جواب ضرور دیا تھا ۔"

"بس تو پھر اسی لیے آپ کو معلوم نہیں — اس نے مجھ سے ایک دن کے لیے فرج مانگا تھا — کہہ رہی تھی کہ مہمان آنے والے ہیں — میں نے چیزیں فرج میں سے نکال لیں اور فرج لے جانے کی اجازت دے دی ۔ وہ فرج لے گئی ۔"

"فرج لے گئی ۔" ابّو کے منہ پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

"کیوں، یہ آپ کو کیا ہوا ؟" امّی نے ان کا رنگ اُڑتے دیکھ کر پوچھا۔

"وہ — وہ — فرج کیسے لے گئی — وہ انسان ہے یا جن؟" وہ بولے۔

"اُف توبہ، آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا — وہ ریہڑا لے کر آئی تھی ۔"

"اوہ یاد آیا — اس ریہڑے کے گھوڑے کو تو میں نے بھی دیکھا تھا ۔" ابّو بولے۔

"دیکھا تھا نا، بس تو پھر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ فرج سلمٰی ہی لے گئی تھی ۔"

"تو اس بات کو ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟"

"اس کی ضرورت اس لیے ہے کہ سلمٰی کہتی ہے، وہ فرج نہیں لے گئی ۔"

"کیا، یہ تم کیا کہہ رہی ہو ؟" ابّو کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے —

"جی ہاں، اور وہ تو یہاں تک کہتی ہے کہ وہ کل یہاں آئی ہی نہیں تھی ۔"

"کیا کہا، وہ یہ بھی کہتی ہے ۔" ابّو چلّائے۔

"جی ہاں، جب کہ آپ نے بھی اسے یہاں آتے دیکھا تھا ۔"

"بالکل دیکھا تھا، اس میں کوئی شک نہیں ۔" ابّو جلدی سے بولے۔

"پھر اب کیا کیا جائے ؟" امّی نے پوچھا۔

"کیا تم نے ان لڑکوں کو بھیجا تھا ؟" ابّو نے پوچھا۔

"پہلے ان کو بھیجا تھا، پھر خود بھی ان کے ساتھ ہو آئی ہوں، لیکن وہ برابر اس سے انکار کرتی ہے کہ یہاں سے فرج لے گئی ہے ۔"

"اور وہ یہ بھی کہتی ہے کہ یہاں آئی ہی نہیں ۔"

"جی ہاں ۔"

"یہ تو بہت عجیب بات ہے — اسے ایسا نہیں کہنا چاہیے، لیکن اگر وہ فرج لے گئی ہوتی تو کبھی انکار نہ کرتی ۔"

"تو کیا آپ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ نہیں لے گئی ؟"

"ہاں، میرا تو خیال یہی ہے ۔"

"لیکن آپ اسے یہاں آتے تو دیکھ چکے ہیں نا ؟"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ۔"

"پھر وہ اس بات کا اقرار کیوں نہیں کرتی کہ وہ کل یہاں آئی تھی ۔" امّی بولیں۔

"اب میں کیا بتا سکتا ہوں کہ وہ اس بات کا اقرار کیوں نہیں کرتی۔"

"تو پھر اب آپ ہمارے ساتھ چلیے، کیونکہ آپ چشم دید گواہ ہیں۔" امّی نے مشورہ دیا۔

"یہ ٹھیک رہے گا — چلو، چلتے ہیں۔"

ہم ابّا جان کو ساتھ لے کر خالہ جان کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

○

معاملہ ہر لمحے الجھتا جا رہا تھا — ہم سب شدید الجھن اور بے چینی محسوس کر رہے تھے — آخر ہم ایک بار پھر خالہ جان کے دروازے پر پہنچ گئے — اس مرتبہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا، اس لیے ہم اندر گھستے چلے گئے۔ برآمدے میں خالہ جان اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ بیٹھی نظر آئیں — ہمیں دیکھ کر ان کے شوہر اور بچوں کے چہرے کھل اٹھے، لیکن خود ان کی تیوریوں پر بل پڑ گئے —

"آیئے بھائی جان۔" وہ اُٹھتے ہوئے بولیں۔

"سلمیٰ، تم کل ہمارے گھر نہیں آئی تھیں، تم یہی کہتی

ہو نا؟"

"بالکل، اس میں ذرا بھی شک نہیں۔" خالہ جان بولیں۔

اُن کے شوہر حیران حیران نظروں سے سب کو دیکھنے لگے۔ آخر بولے:

"کیا بات ہے؟"

"کل سلمیٰ ہمارے گھر آئی تھی اور ایک دن کے لیے فریج مانگ کر لے گئی تھی۔"

"کیا کہا، فریج مانگ کر لے گئی تھی؟" خالو جان نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں، سنتے جائیے — اب یہ کہتی ہے کہ فریج لانا تو درکنار، میں تمہارے گھر ہی نہیں گئی — کیوں سلمیٰ، یہی بات ہے نا —"

"ہاں باجی، بالکل یہی بات ہے۔"

"لیکن تمہارے بھائی جان نے کل تمہیں ہمارے گھر آتے دیکھا تھا۔" امّی جان نے کہا۔

"جی کیا مطلب؟" خالہ جان حیران رہ گئیں۔

"ہاں سلمیٰ، یہ ٹھیک ہے — کل تم ہمارے گھر آئی تھیں — میں نے بھی تمہیں دیکھا تھا۔ اس وقت میں باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا — تم نے مجھے سلام کیا — میں نے سلام کا جواب دیا

اور باہر نکل گیا۔"

"یہ غلط ہے، یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ نے ضرور کوئی خواب دیکھا ہو گا۔" خالہ جان چلائیں۔

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے، ہم دونوں ایک ہی خواب کیسے دیکھ سکتے ہیں؟" امّی نے کہا۔

"بھئی، اطمینان سے بات کرو۔ لڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" خالو جان نے کہا۔

"سلمیٰ، یہ ٹھیک ہے کہ کل میں نے بھی تمھیں دیکھا تھا۔ تم اس وقت کالی شلوار پہنے ہوئے تھیں۔"

"کالی شلوار۔"

"ہاں ہاں، کالی شلوار۔"

"بس تو پھر ثابت ہو گیا کہ میں کل آپ کے ہاں نہیں گئی تھی۔ آپ نے ضرور کسی اور کو دیکھا ہو گا۔" خالہ جان بڑے اطمینان سے مسکرائیں۔

"بھلا یہ کس بات سے ثابت ہو گیا؟" امّی جان نے حیران ہو کر پوچھا۔

"آپ نے کہا نا کہ میں کالی شلوار پہنے ہوئے تھی۔" خالہ جان ابّو کی طرف مڑیں۔

"بالکل، بالکل۔"

"لیکن میرے پاس تو ایک بھی کالی شلوار نہیں ہے۔ مجھے تو کالے رنگ سے ہی نفرت ہے۔"

"ہیں، تمہیں کالے رنگ سے نفرت ہے۔" ابّو حیرت سے بولے۔

"جی ہاں، بالکل۔"

"اُف فوہ، کہیں وہ دوسری سلمیٰ تو نہیں آئی تھی؟" ابّو نے چونک کر کہا۔

"وہی آئی ہوں گی۔" خالہ جان جلدی سے بولیں۔

"ہرگز نہیں۔ کل یہی ہمارے گھر آئی تھی اور یہی فرج لے کر گئی ہے۔" امّی نے غصے سے کہا۔

"بیگم، میرا خیال ہے کہ تم بھول رہی ہو۔ آؤ، ہم دوسری سلمیٰ کے ہاں جا کر معلوم کریں۔ ضرور فرج وہیں ہو گا۔" ابّو بولے۔

"اگر آپ کہتے ہیں تو چلی چلتی ہوں، لیکن مجھے یقین ہے کہ فرج وہاں نہیں ملے گا۔" امّی بولیں۔

اب ہمارا رُخ پھوپھی سلمیٰ کے گھر کی طرف تھا۔ وہ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور لگیں آؤ بھگت کرنے۔ ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھانے کے بعد چائے کا بندوبست کرنے کے لیے جانے لگیں تو امّی نے کہا:

"ذرا پہلے ہماری بات سُن لو۔"

"جی کہیے۔"

"کل تم ہمارے گھر آئی تھیں نا؟"

"جی، ہیں — یعنی کہ میں؟ نہیں تو۔" پھوپھی جان نے حیران ہو کر کہا۔

"تو تم ہمارے گھر نہیں آئی تھیں؟"

"جی بالکل نہیں۔"

"اور تم وہاں سے فرج بھی نہیں لائیں؟"

"جی، فرج — کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ریفری جریٹر۔"

"لیکن جب میں وہاں گئی ہی نہیں تو فرج کیسے لا سکتی تھی۔" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"تو تم ہمارے ہاں سے فرج نہیں لائیں؟"

"قطعاً نہیں۔"

پھوپھی جان ہمیں چائے کے لیے روکتی رہ گئیں، لیکن ہم وہاں سے چلے آئے — امّی جان بھلا کہاں رکنے والی تھیں، انھیں تو فرج کی فکر دہلا کیے دے رہی تھی اور بات تھی بھی فکر والی فرج ابھی دو ماہ پہلے ہی تو خریدا گیا تھا۔ ہم اپنے اپنے خیالوں میں گم چلے جا رہے تھے۔

"مجھے ایک عجیب سا خیال آ رہا ہے، لیکن اس خیال پر ہنسی بھی آتی ہے۔" ابّو بولے۔

"بتائیے بھی تو — ہنس بعد میں لیں گے۔" امّی جان نے جل کر کہا۔

"کیوں نہ ہم اپنے پڑوسیوں سے معلوم کر لیں — کہیں ہمارا کوئی پڑوسی فرج مانگ کر نہ لے گیا ہو — اور تمھیں یہی خیال رہا ہو کہ سلمیٰ لے گئی۔"

"اس میں ہنسی کی کون سی بات ہے — خیال تو بہت اچھا ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، یہ چاروں ایک ایک پڑوسی سے جا کر معلوم کریں گے۔" ابّو نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ہماری جان نکل گئی — کام ہی ایسا تھا، لیکن آخر ہمیں اس کام کے لیے نکلنا ہی پڑا۔

ہماری گلی میں قریباً بیس گھر تھے اور ہم صرف چار، ہر ایک کے حصے میں پانچ پانچ گھر آتے تھے۔ میں اپنے حصے کے پانچ گھروں میں سے پہلے کی طرف بڑھا اور دروازے پر دستک دی۔

"ارے شوکی میاں، کیا بات ہے۔" ہمارے پڑوسی شیخ صاحب تھے جو مجھے اچھی طرح جانتے تھے۔

"جی وہ — وہ جی — وہ جی وہ —" میں ہکلانے لگا۔ شیخ صاحب نے حیران ہو کر مجھے دیکھا، پھر بولے:

"یہ تم کون سی زبان بول رہے ہو بیٹا؟ میرے پلّے تو کچھ نہیں پڑا۔"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کل آپ ہمارے گھر سے وہ تو نہیں لائے تھے؟" میں فرج کا نام لیتے لیتے ڈرا۔

"وہ کیا؟"

"جی وہ — فرج — جی ہاں، یعنی کہ ریفریجریٹر۔"

"کیا مطلب؟"

"جی، فرج کا مطلب تو فرج ہی ہوتا ہے۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"تم کیا کہہ رہے ہو، صاف صاف بات کرو۔"

"جی، دراصل بات یہ ہے کہ ہمارا فرج گم ہو گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"فرج گم ہو گیا ہے۔" شیخ صاحب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"جی ہاں، ہم نے سوچا، شاید آپ لائے ہوں۔"

"حد ہو گئی — ارے میاں، مجھے کیا پڑی تھی، تمہارا فرج لانے کی؟"

"تو پھر وہ کہاں چلا گیا؟" میں نے سوال کیا۔

اس معقول سوال کا شیخ صاحب کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ وہ بغلیں جھانکنے لگے۔ آخر بولے:

"اچھا بھئی، تمہاری تم ہی جانو؛ بہر حال ہمارے ہاں تمہارا فرج نہیں ہے۔"

یہ مایوسانہ جواب سن کر میں آگے بڑھا — اسی طرح میرے تینوں بھائی فرج کے متعلق پوچھتے پھرے۔ یہاں تک کہ گلی کے تمام گھروں میں معلوم کر لیا گیا، لیکن کسی نے فرج لے جانے کی ہامی نہیں بھری — ہم منہ لٹکائے گھر میں داخل ہوئے۔

"محلّے میں بھی فرج نہیں ملا؟" ابّو بولے۔

"جی ہاں، کسی کے پاس نہیں ہے۔"

"ارے تو پھر آخر کہاں چلا گیا؟" امّی جان چلّا اٹھیں: "کہیں ہم لٹ تو نہیں گئے!"

"کیا مطلب؟" ہم سب چونکے۔

"اب اس کے سوا کیا بات ہو سکتی ہے کہ ہمارا فرج چوری ہو گیا ہے۔"

"چوری ہو گیا ہے — مگر بیگم، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آخر سلمٰی والے معاملے کو کس خانے میں رکھو گی — تم کہتی ہو کہ

فرج سلمیٰ لے گئی تھی۔"

"ہاں، یہ ٹھیک ہے، لیکن جب سلمیٰ انکار کرتی ہے اور ہم اس کے گھر میں دیکھ بھی چکے ہیں اور محلّے والوں میں سے بھی کسی کے پاس نہیں ہے تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ چوری ہو گیا ہے۔"

"ارے، پھر تو ہم واقعی لٹ گئے۔" ابّو بولے۔

"جی ہاں — یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں۔"

"تو پھر اب کیا کیا جائے؟" میں نے کہا۔

"اب تو ایک ہی صورت ہے — ہمیں تھانے میں چوری کی رپٹ لکھوا دینی چاہیے۔"

"تو جائیے نا، لکھوائیے رپٹ۔" امّی جان نے بے چین ہو کر ابّو سے کہا۔

"اچھا، تم لوگ گھر میں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

○

ہم میں سے کسی کا کھانا کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ سب پریشان تھے — فرج والا مسئلہ لمبا ہی ہوتا چلا جا رہا تھا — اس وقت تک کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔

ہر شخص سوچ رہا تھا اور سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا۔

کافی دیر گزر گئی، لیکن ابّا جان لوٹ کر نہیں آئے — ہم انتظار کرتے کرتے تھک گئے — آخر تنگ آ کر امّی جان بولیں:

"کمال ہے — کیا رپٹ لکھوانے میں اتنی دیر لگتی ہے؟"

"پتا نہیں، کبھی رپٹ لکھوانے کا اتفاق نہیں ہوا۔" میں نے کہا۔

"ہو سکتا ہے، کچھ اور لوگ بھی وہاں پہلے سے موجود ہوں۔ ابّو کی باری آئے گی، تبھی رپٹ لکھوائیں گے نا۔" اخلاق نے کہا۔

اسی طرح باتیں کرتے ایک گھنٹا گزر گیا تو امّی سے رہا نہ گیا — تھانہ گھر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ وہ بولیں:

"شوکی، تم جا کر پتا تو کرو۔"

"تھانے میں؟" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں ہاں، تھانے میں — اور کہاں۔ وہ رپٹ لکھوانے تھانے ہی تو گئے ہیں۔"

"لیکن امّی مجھے تو بہت سخت نیند آ رہی ہے۔"

"تم کیسے بیٹے ہو۔ تمھیں اپنے ابّو کا ذرا بھی فکر نہیں۔"

انھوں نے تیز لہجے میں کہا۔

"اچھا امّی، دیکھتا ہوں جا کر۔" میں تنگ آکر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم میں سے کوئی میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہے؟"

میں نے ان تینوں سے پوچھا لیکن انھوں نے جھٹ آنکھیں بند کرلیں اور سوتے بن گئے۔

"میں سب سمجھتا ہوں، تم تینوں جاگ رہے ہو۔" میں نے کہا اور پیر پٹختا ہوا گھر سے نکل آیا۔

تھانے کا راستہ مجھے معلوم ہی تھا۔ اس لیے جلد ہی وہاں آپہنچا۔ دروازے پر ایک سنتری سنگین لگی رائفل ہاتھ میں لیے اٹن شن کھڑا تھا۔ میں اسے نظر انداز کرکے اندر جانے لگا تو کڑک کر بولا:

"اے، کدھر جاتے ہو۔"

"سنتری صاحب، میرا نام 'اے' نہیں ہے۔" میں نے برا مان کر کہا۔

"تمہارا نام کچھ بھی ہو، تم کہاں گھسے جا رہے ہو؟"

"جی تھانے میں۔ کیا آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہ تھانہ ہے؟" میں نے کہا۔

"بدتمیز، مجھے نہیں معلوم ہوگا تو کسے ہوگا۔ کیا بات ہے

تم اندر کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"جی میرے ابّو چوری — جی نہیں، ہمارا فرج چوری ہوگیا ہے اور میں اپنے ابّو کو یہاں دیکھنے آیا ہوں۔"

"کیا کہا، فرج چوری ہوگیا ہے؟"

"جی ہاں — میرے ابّو اس کی رپٹ لکھوانے یہاں آئے تھے۔ ابھی تک واپس نہیں گئے۔ میں انھی کا پتا کرنے آیا ہوں۔"

"لیکن یہاں تو آج صبح سے کوئی رپٹ لکھوانے آیا ہی نہیں۔" وہ بولا۔

"جی، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا میرے ابّو بھی نہیں آئے؟"

"بالکل نہیں۔"

"میں ذرا اندر جا کر پتا کرلوں۔" مجھے اس کی بات پر یقین نہیں آیا تھا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے جو کہہ دیا کہ یہاں کوئی نہیں آیا۔"

"ہو سکتا ہے، آپ کا دھیان دوسری طرف ہو اور وہ اندر چلے گئے ہوں۔"

"اچھا بابا اندر جا کر دیکھ لو۔" اس نے تنگ آکر کہا۔

میں اندر پہنچا تو تھانے دار کی کرسی پر ایک آدمی وردی پہنے سر جھکائے کچھ لکھنے میں مصروف تھا۔

"جناب" میرے منہ سے نکلا — اس نے سر اوپر اٹھایا تو میں حیران رہ گیا — اس کی شکل بالکل ابّو سے ملتی جلتی تھی؛ البتہ اس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں، جب کہ ابّو کے مونچھیں سرے سے تھیں ہی نہیں۔

"ارے، ابّو — آپ یہاں رپٹ لکھوانے آئے تھے اور تھانے دار بن بیٹھے" میں بول اُٹھا۔

تھانے دار نے مجھے گھُور کر دیکھا، لیکن اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی میں بول اٹھا:

"لیکن آپ کے چہرے پر اتنی جلدی مونچھیں کیسے آگئیں؟"

"کیا بکتے ہو، کون ہو تم؟" تھانے دار دھاڑا۔

"آپ اپنے بیٹے کو نہیں پہچانتے؟ میں ہوں آپ کا بیٹا شوکی۔"

"کیا بکواس ہے، میرے بیٹے کا نام تو سرور ہے — تم کون ہوتے ہو، مجھے اپنا باپ کہنے والے؟"

"ارے، تو کیا آپ میرے ابّو نہیں ہیں؟" میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"بالکل نہیں، ہرگز نہیں — میں تو اپنے بیٹے سرور کا باپ ہوں۔" اس نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

"اور آپ تھانے دار بھی ہیں؟" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"بالکل ہوں — کیا تمھیں دکھائی نہیں دیتا۔"

"تو پھر یہ بتائیے، یہاں میرے ابّو رپٹ لکھوانے تو نہیں آئے؟"

"کیسی رپٹ؟" اس نے پوچھا۔

"جی، فرج کی چوری کی۔"

"کیا؟" تھانے دار چلّا اٹھا "تمھارا فرج چوری ہو گیا ہے؟"

"جی ہاں — اور میرے ابّو اس کی رپٹ درج کرانے یہاں آئے تھے — ان کی شکل آپ سے بہت ملتی ہے۔ اسی لیے میں آپ کو اپنا ابّو سمجھ بیٹھا۔"

"اوہ، تو یہ بات ہے — یقین کرو بیٹے، وہ یہاں نہیں آئے۔" تھانے دار نے کہا۔

"کیا آپ کو اچھی طرح یاد ہے کہ وہ یہاں نہیں آئے؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، بہت اچھی طرح یاد ہے۔"

"اچھا، پھر تو مجھے گھر چلنا چاہیے — شاید وہ گھر پہنچ چکے ہوں۔"

"ہاں ہاں، جاؤ۔ اگر وہ نہ پہنچے ہوں تو فرج کے ساتھ ساتھ ان کی گم شدگی کی رپٹ بھی لکھوا دینا۔" تھانے دار بولا۔

میں حیران پریشان تھانے سے باہر نکل آیا۔ عقل دنگ تھی کہ یہ چکر کیا ہے۔ کہیں ہم کسی ایسی ویسی چکر میں تو نہیں پھنس گئے۔ یہی سوچتا ہوا میں گھر پہنچا تو امی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہی تھیں۔ اشفاق، اخلاق اور آفتاب سو چکے تھے۔

"کیوں، ملے؟" انھوں نے مجھے دیکھتے ہی سوال کیا۔

"تو کیا وہ ابھی تک یہاں نہیں پہنچے؟" میں نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں تو۔ کیا وہ تھانے نہیں گئے؟"

"جی نہیں، تھانے تو وہ گئے ہی نہیں۔" میں نے کہا۔

"کیا؟ وہ تھانے گئے ہی نہیں؟" امی چلائیں۔

"جی نہیں۔"

"کمال ہے، تو پھر وہ کہاں چلے گئے؟"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے۔"

"یہ اور مصیبت آئی۔ چلے تھے فرج کو ڈھونڈنے اور اب ان کو ڈھونڈو۔ یا خدا، یہ کیا ماجرا ہے۔"

اتنے میں وہ تینوں آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔ شاید

انھوں نے ہماری باتیں سن لی تھیں۔

"میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔" اشفاق نے کہا۔

"تو بتاتے کیوں نہیں؟" میں نے جھلا کر کہا۔

"کہیں یہ کوئی جاسوسی چکر تو نہیں؟"

"جاسوسی چکر، کیا مطلب؟" امی نے حیران ہو کر پوچھا۔

ہم مسکرانے لگے، کیونکہ اشفاق کو جاسوسی ناول پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اور وہ فارغ اوقات میں جاسوسی ناول پڑھنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ پڑھتے ہم بھی تھے، لیکن اس حد تک نہیں کہ کھانا پینا بھی بھلا بیٹھیں۔

"مطلب یہ کہ کسی چور یا چوروں کے گروہ نے ہمارا فرج چرا لیا اور ہمارے گھر کے ارد گرد منڈلاتا رہا، یہ دیکھنے کے لیے کہ ہم کیا کرتے ہیں۔ جب ابو تھانے میں رپٹ لکھوانے گئے۔ تو وہ بھی ان کے پیچھے لگ گیا۔ اور....."

"ہائے اللہ!" امی کے منہ سے نکلا۔ ان کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"اور کسی طرح....." اشفاق کہتے کہتے رک گیا۔

"تم رک کیوں گئے، آگے کہو۔" میں نے بے چین ہو کر کہا۔

"اور کسی طرح انھیں تھانے جانے سے روک دیا۔"

"تو پھر ابّو گھر کیوں نہیں آئے — ظاہر ہے کہ چوروں نے انھیں تھانے جانے سے روکا ہوگا" اخلاق نے اعتراض کیا —

"ہو سکتا ہے کہ وہ انھیں پکڑ کر لے گئے ہوں" اشفاق نے سوچتے ہوئے کہا۔

"خدا نہ کرے" امّی جلدی سے بولیں۔

"اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے" اشفاق بولا۔

"لیکن یہاں دو تین سوال پیدا ہوتے ہیں" میں نے کہا۔

"کون کون سے؟" اخلاق نے پوچھا —

"نمبر ایک تو یہ کہ امّی کو یہ بات کیوں یاد ہے کہ فرح کل خالہ جان لے گئی تھیں — کیا چوروں نے ان کے ذہن میں یہ بات ڈال دی تھی؟"

"بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے — وہ چور ہیں، کوئی دماغ بدلنے کے ماہر سائنس دان تو ہیں نہیں" آفتاب نے کہا۔

"اچھا خیر، اور کون سا سوال پیدا ہوتا ہے؟" اشفاق نے پوچھا —

"دوسرا سوال یہ ہے کہ خالہ جان اس بات سے کیوں انکار کرتی ہیں کہ کل وہ ہمارے گھر آئی تھیں — جب کہ ابّو نے بھی انہیں یہاں دیکھا تھا" میں نے کہا۔

"اور وہ کالی شلوار پہنے ہوئے تھیں" آفتاب جلدی سے بولا —

"ہاں؛ حالانکہ ان کے پاس کوئی کالی شلوار ہے ہی نہیں" اشفاق نے کہا۔

"وہ اس لیے کہ انھیں کالے رنگ سے نفرت ہے" میں نے جلدی سے کہا۔

"کس قدر عجیب بات ہے، خالہ سلمیٰ کو ابّو اور امّی نے گھر میں آتے دیکھا اور امّی کا کہنا ہے کہ وہ فرح بھی مانگ کر لے گئیں — لیکن وہ یہاں آنے سے ہی انکار کرتی ہیں"

"اور پھوپھی سلمیٰ بھی یہاں نہیں آئیں"

"ہاں، اس پر تو سب کا اتفاق ہے"

"ایک اور بات مجھے یاد آئی" میں نے چونک کر کہا۔

"وہ کیا؟"

"تھانے دار کی شکل ابّو سے بہت ملتی ہے"

"کیا مطلب؟" سب ایک ساتھ بولے۔

"اس جملے میں کوئی مشکل لفظ تو ہے نہیں — میں نے یہی کہا ہے کہ تھانے دار کی شکل ابّو سے بہت ملتی ہے — جب میں تھانے میں داخل ہوا تھا تو میں نے یہی سمجھا تھا کہ

ابّو پولیس کی وردی پہن کر تھانے دار کی کرسی پر بیٹھے ہیں،
لیکن جب میں نے اسے ابّو کہہ کر پکارا تو وہ بہت ناراض
ہوا۔ بعد میں پتا چلا کہ دراصل وہ تھانے دار ہی ہے۔"

"حیرت ہے۔ ہمیں اس بات کا آج ہی پتا چلا کہ
تھانے دار کی شکل ابّو کی شکل سے ملتی جلتی ہے۔" آفتاب
بولا۔

"کیوں نہ ہم ایک بار پھر تھانے دار سے مل آئیں۔" اشفاق
نے تجویز پیش کی۔

"کیوں، اس کی کیا ضرورت ہے؟" امّی نے پوچھا۔

"ہم فرج کی گم شدگی کے ساتھ ابّو کی گم شدگی کی رپٹ
بھی لکھوا دیں گے۔" اشفاق بولا۔

"اشفاق ٹھیک کہتا ہے۔ ہمیں تھانے ضرور جانا چاہیے۔"
میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے، تم چاروں ہو آؤ۔ میں یہیں ٹھہروں گی۔"
امّی بولیں۔

○

ہم ایک بار پھر تھانے کی طرف روانہ ہوئے۔ عجیب چکر

تھا۔ اچھے بھلے بیٹھے سکول کا کام کر رہے تھے۔ نہ جانے
کہاں سے امّی کو فرج کا خیال آ گیا تھا، لیکن اس میں ان کا
بھی کیا قصور تھا۔ آخر انھیں فرج کا خیال تو آنا ہی تھا۔
آج نہ آتا تو کل آ جاتا۔ ہم اسی ادھیڑ بن کی حالت میں
چلے جا رہے تھے کہ اخلاق نے پوچھا:

"اب ہم تھانے دار سے کیا کہیں گے؟"

"کہنا کیا ہے، فرج اور ابّو کی گم شدگی کی رپٹ لکھوا
دیں گے۔"

"یہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے۔" آفتاب جھلّا کر
بولا۔

"خدا جانے ابّو کہاں اور کس حال میں ہوں گے۔" اخلاق
نے کہا۔

"خدا کرے، جہاں بھی ہوں، خیریت سے ہوں۔" میرے
منہ سے نکلا۔

"آمین۔" تینوں نے ایک ساتھ کہا۔

"اور وہ فرج کا بچہ، پتا نہیں کہاں ہو گا۔" میں نے دانت
پیسے۔

"اب ان باتوں پر جھلّانے سے کیا فائدہ۔ میری تو خدا
سے یہی دعا ہے کہ کسی طرح ابّو مل جائیں۔ فرج جائے جہنم

میں ۔" اشفاق نے اکتا کر کہا۔

"فرج جہنم میں چلا گیا تو وہ ٹھنڈا نہ ہو جائے گا ۔" آفتاب نے کہا۔

"کیا ٹھنڈا ہو جائے گا ؟" اخلاق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جہنم ۔"

"تمہیں اس حالت میں بھی مذاق کی سوجھ رہی ہے — کچھ شرم کرو ۔" مجھے غصہ آ گیا —

اتنے میں ہم تھانے کے گیٹ تک پہنچ چکے تھے۔ یہاں وہی سنتری پہرے پر کھڑا تھا — مجھ پر نظر پڑنے کی دیر تھی کہ وہ ڈپٹ کر بولا :

"تم پھر آ گئے۔ چلو بھاگو یہاں سے ۔"

"ہم رپٹ لکھوانے آئے ہیں ۔" میں نے اکڑ کر کہا۔

"کس چیز کی رپٹ ؟" اس نے پوچھا۔

"ہمارا فرج چوری ہو گیا ہے اور ابّو گم ہو گئے ہیں۔" میں نے کہا —

"تو پھر جاتے کیوں نہیں — میرا منہ کیا تک رہے ہو۔" اس نے جھلا کر کہا —

"آپ نے خود ہی تو روکا تھا ۔" میں نے کہا اور اندر کی طرف بڑھ گیا — میرے پیچھے وہ تینوں بھی تھانے دار کے کمرے

میں داخل ہوئے — جوں ہی ان کی نظر تھانے دار پر پڑی، ایک ساتھ ان کے منہ سے نکلا :

"ابّو ۔"

"یہ کیا بدتمیزی ہے ؟" تھانے دار نے سٹ پٹا کر کہا۔

"بدتمیزی، کیسی بدتمیزی ابّو ۔" اخلاق نے بوکھلا کر کہا۔

"کن پاگلوں سے واسطہ پڑا ہے — بدتمیزو، میں تمہارا ابّو نہیں ہوں — اپنے بیٹے کا ابّو ہوں، سرور کا۔ ہاں ۔"

"حیرت ہے، لیکن آپ کا چہرہ تو بالکل ہمارے ابّو جیسا ہے ۔" اشفاق نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا —

"ہو گا ۔ اس میں میرا کیا قصور ؟"

"میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تھانے دار صاحب کی شکل ابّو سے بہت ملتی ہے — اس بات کو چھوڑو اور مجھے بات کرنے دو ۔" میں نے ان تینوں سے کہا —

"چلو، تو پھر تم ہی بات کر لو — ہم خاموش ہوئے جاتے ہیں ۔"

"ہاں تو تھانے دار صاحب، میں تھوڑی دیر پہلے آپ کے پاس آیا تھا — آپ کو یاد ہے نا ۔"

"آج سارے دن میں یہاں صرف ایک لڑکا آیا تھا — اگر وہ تم ہی ہو تو بس سمجھ لو کہ مجھے یاد ہے ۔" تھانے دار نے کہا۔

"تو بس ٹھیک ہے، میں وہی ہوں۔"

"اوہ، تو کیا تمہارے ابّو مل گئے؟" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"جی نہیں، اسی لیے تو حاضر ہوا ہوں۔"

"اور تمہارا فرج؟"

"وہ بھی نہیں ملا۔"

"بہت خوب، تو تم ان دونوں کی رپٹ درج کرانے آئے ہو۔"

"جی بالکل، بالکل۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"اور یہ نامعقول کون ہیں؟" اس نے میرے بھائیوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"جی — جی، یہ میرے چھوٹے بھائی ہیں۔"

"لیکن تم انھیں ساتھ کیوں لائے ہو، اکیلے نہیں آ سکتے تھے؟"

"یہ تینوں میرے سگے بھائی ہیں۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب، میں نے تم سے یہ پوچھا تھا کہ انھیں کیوں ساتھ لائے ہو — یہ نہیں پوچھا کہ یہ تمہارے سگے بھائی ہیں یا سوتیلے؟"

"جی بات یہ ہے کہ ان تینوں کے ابّو بھی تو گم ہوئے ہیں۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ، تو یہ بات ہے — اچھا خیر رپٹ لکھواؤ۔"

ہم نے رپٹ لکھوائی — پوری تفصیل سے سارا واقعہ دہرایا۔ نیچے اپنے دستخط کیے اور تھانے دار کو سلام کر کے باہر نکل آئے۔ سڑک دُور دُور تک سنسان تھی؛ حالانکہ ابھی اتنی رات نہیں گزری تھی —

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ امّی جان اس بات پر کیوں اڑی ہوئی ہیں کہ فرج خالہ جان لے گئی ہیں — ہو سکتا ہے وہ بھول گئی ہوں، جیسا کہ عام طور پر بھول جاتی ہیں۔"

"اور اس سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ خالہ جان کو ایک دن کے لیے فرج لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟" اخلاق بولا۔

"امّی کا کہنا ہے کہ انھوں نے کہا تھا کہ کچھ مہمان آنے والے ہیں اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ آج کل دکھاوے کا زمانہ ہے۔" اشفاق نے کہا۔

"یہ تو خیر ٹھیک ہے، لیکن خالہ جان تو سرے سے انکار کرتی ہیں۔" آفتاب بولا۔

"تو پھر وہ عورت کون تھی جو کالی شلوار پہنے ہمارے گھر آئی تھی؟ اور جسے ابّو نے بھی دیکھا تھا۔"

"ہو سکتا ہے، امّی جان نے خواب دیکھا ہو۔" اشفاق نے

خیال ظاہر کیا۔

"تم نے کبھی عقل مندی کی بات بھی کی ہے۔ بھلا امّی جان اور ابّو بیک وقت ایک ہی خواب دیکھ سکتے ہیں۔ اگر اس عورت کو ابّو نے نہ دیکھا ہوتا تو ہم اس پر یقین کر لیتے کہ امّی جان نے ضرور خواب دیکھا ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ پر باقی ہے کہ فرج کہاں چلا گیا؟" اخلاق نے کہا۔

"ہاں، یہ بھی ٹھیک ہے۔" آفتاب نے سر ہلایا۔

"جوں جوں رات گزرتی جا رہی ہے۔ میری پریشانی بڑھتی جا رہی ہے۔" میں نے کہا۔

"تو ہم تینوں کی پریشانی کون سی کم ہو رہی ہے۔" اشفاق نے جل کر کہا۔

"حیرت تو یہ ہے کہ ابّو کہاں چلے گئے۔ وہ تو تھانے میں رپٹ لکھوانے آئے تھے اور یہاں وہ پہنچے ہی نہیں۔"

"اب ہمیں فرج سے زیادہ ابّو کی فکر پڑ گئی ہے۔ انھیں کہاں ڈھونڈیں؟"

"اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ انھیں آس پاس کی سڑکوں پر تلاش کیا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ۔ کہ وہ کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہوں۔" میرے حلق سے پھنسی پھنسی آواز

نکلی۔

"خدا نہ کرے۔" تینوں ایک ساتھ بولے۔

"آمین۔" میں نے کہا۔

"باتیں کرنے سے کچھ نہیں بنے گا، آؤ چکر لگائیں۔"

"گھر میں امّی الگ پریشان ہو رہی ہوں گی۔"

"تو کیا کیا جائے؟ اس وقت سب سے اہم کام ابّو کو تلاش کرنا ہے۔"

"اے میرے خدا، ابّو کو ہم سے جلد ملا دے۔"

ہم تھانے کے ارد گرد سڑکوں پر چکر لگانے لگے، لیکن وہاں دُور دُور تک کسی آدمی کا نام نشان تک نہ تھا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے ہم کسی جادوئی چکر میں پھنس گئے ہیں۔" آفتاب بولا۔

"ہشت۔ سائنس کے اس دور میں تم جادو کی بات کہاں سے نکال بیٹھے۔" میں نے کہا۔

"کیوں، میرا تو خیال ہے کہ یہ سائنس ہی تھی، جس کا پہلے زمانے میں جادو نام رکھ دیا گیا تھا۔"

"اس بحث میں پڑے تو ابّو کو تلاش نہیں کر سکیں گے۔"

"لیکن خاموشی سے تو راستہ بھی طے نہیں ہوتا۔"

"تو پھر صرف فرج اور ابّو کے بارے میں بات کرو۔ ہو سکتا

ہے کوئی بات ایسی منہ سے نکل جائے جو اس الجھے ہوئے مسئلے کو حل کر دے۔" اخلاق بولا۔

"یہ کوئی جاسوسی پلاٹ تو ہے نہیں کہ اس طرح ہمیں حل مل جائے گا۔" اشفاق نے کہا۔

"ارے، وہ دیکھو۔ دُور سے ایک آدمی آ رہا ہے۔ یہ ضرور ابّو ہیں۔"

"لیکن ابّو کا اس سڑک پر کیا کام۔ تھانہ کہاں، ہمارا گھر کہاں اور یہ سڑک کہاں۔" اشفاق نے کہا۔

"تو پھر ہم اس سڑک پر کیا جھک مار رہے ہیں؟" میں نے جل کر کہا۔

"میں کہتا ہوں، وہ ابّو ہی ہیں۔ چلنے کا انداز بالکل انہی کا ہے۔" اخلاق نے کہا۔

"اتنی دُور سے کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔"

"تو پھر تیز تیز قدم اٹھاؤ، تاکہ جلد معلوم ہو سکے۔"

ہم تیز تیز چلنے لگے۔ درمیانی فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہونے لگا۔ پھر وہ ہمارے بالکل قریب آ گیا۔ ہمارے دل بجھ گئے۔ یہ ابّو نہیں، کوئی اور شخص تھا۔

"میرا خیال ہے۔ اب آگے جانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیوں نہ دوسری سڑک پر ہو لیں؟" میں نے تجویز پیش کی۔

"ٹھیک ہے۔" اخلاق بولا۔

اب ہم ایک بغلی سڑک پر نکل کھڑے ہوئے۔ اور پھر اچانک ٹھٹک کر رہ گئے۔ کچھ فاصلے پر ایک آدمی چلا جا رہا تھا۔

"جانتے ہو، یہ سڑک سیدھی ہماری گلی کی طرف جاتی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں، معلوم ہے۔"

"تو پھر ہو سکتا ہے، ہم سے آگے جانے والے ابّو ہی ہوں۔"

"نہیں، اس کے چلنے کا انداز ابّو سے بالکل الگ ہے۔"

"اندھیرے میں چلنے کا انداز ٹھیک نظر نہیں آ سکتا۔"

ہم ایک بار پھر تیز تیز چلنے لگے اور جوں ہی ہم اس آدمی کے نزدیک پہنچے، وہ تیزی سے مڑا اور گرج کر بولا:

"تم لوگ کون ہو اور میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟"

"ارے آپ۔" ہم خوشی سے چلّائے، کیونکہ وہ ابّو ہی تھے۔

"ہم آپ کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"کیوں، مجھے تلاش کرتے پھرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تمہیں تو معلوم ہی تھا کہ میں تھانے گیا تھا۔"

"آپ تھانے گئے تھے؟"

"تو اور کہاں جاتا؟"

"لیکن ابّو، آپ تھانے نہیں گئے تھے" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟ میں تھانے نہیں گیا تھا؟" ابّو نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں، آپ تھانے نہیں گئے تھے۔ ہم وہاں جا کر پوچھ چکے ہیں" اخلاق بولا۔

"یہ کیا بکواس ہے۔ میں کہہ رہا ہوں کہ میں تھانے گیا تھا اور فرج کی رپٹ لکھوا کر آ رہا ہوں"

"لیکن ابّو، ہم بھی تھانے سے آ رہے ہیں اور آپ کی گمشدگی کی رپٹ لکھوا کر آ رہے ہیں" میں نے گھبرا کر کہا۔

"کیا بک رہے ہو؟" وہ چلّائے۔

ہم بُری طرح چکرا گئے۔ اب ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا تھا۔ آخر میں نے سنبھل کر کہا:

"لیکن ابّو، اس سڑک پر تھانہ کہاں سے نکل آیا۔ وہ تو دوسری سڑک پر ہے"

"تمہارا سر، وہ تھانہ ہمارے علاقے کا نہیں ہے۔ وہ تو رام نگر کا تھانہ ہے"

"کیا؟ لیکن ہم تو اسی تھانے میں گئے تھے، لیکن تھانیدار نے یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ کیس دوسرے تھانے کا ہے" میں نے حیران

ہو کر کہا۔

"میں سمجھ گیا۔ دراصل دونوں تھانوں کی حد ایک دوسرے سے ملتی ہے۔ اور ہمارا گھر عین درمیان میں ہے۔ ویسے بھی گھر کے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازہ ایک تھانے کے علاقے میں کھلتا ہے اور دوسرا دروازہ دوسرے تھانے کے علاقے میں۔ اسی لیے تھانے دار نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہوگا"

"اُف تو یہ معاملہ تھا۔ چلیے خیر، آپ مل تو گئے۔ خدا کا شکر ہے، لیکن ابّو، آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی؟"

"وہاں رپورٹیں درج کرانے والے مجھ سے پہلے کئی موجود تھے۔ اس لیے مجھے اتنی دیر لگ گئی"

"جلدی گھر چلیے۔ امّی بہت پریشان ہوں گی" میں نے کہا۔

"ہاں چلو، مگر افسوس ہے، فرج کا کوئی پتا نہیں چلا۔ آخر وہ کہاں چلا گیا؟"

ہم سوچ میں غرق ایک ساتھ قدم اٹھانے لگے، جیسے کوئی چھوٹی سی فوج مارچ کر رہی ہو۔ اسی طرح سوچتے سوچتے اپنی گلی میں داخل ہوئے۔

اور پھر ہم سب رک گئے۔ ہمارے قدم جہاں تھے وہیں رہ گئے۔ منہ حیرت کے مارے کھلے کے کھلے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی

رہ گئیں۔ گلی میں ہمیں ایک ایسی ہی چیز نظر آئی تھی اور وہ نظر آنے والی چیز ایک رہڑا تھی، لیکن رہڑا تو کوئی ایسی حیران کن چیز نہیں ہوتی — بات دراصل یہ تھی کہ اس رہڑے پر ایک عدد فرج لدا ہوا تھا جو سو فی صد ہمارا تھا — پہلے تو ہم اپنی جگہ پر بت بنے کھڑے رہے، پھر ہوش آیا تو بدحواس ہو کر رہڑے کی طرف بھاگے — ساتھ ہی ہماری نظریں رہڑے پر بیٹھی ایک عورت پر پڑیں —

فوراً فوراً سارا معاملہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا — ہمارا جی چاہ رہا تھا کہ خوب زور زور سے قہقہے لگائیں — ایک دوسرے پر ہنسیں۔ اپنی عقلوں پر ماتم کریں، کیونکہ اس روز ضرور ہم سب کی عقلیں گھاس چرنے چلی گئی تھیں —

رہڑے پر بیٹھی ہوئی عورت ہماری خالہ تھیں — جی ہاں، سلمٰی خالہ نہیں، ثمینہ خالہ — اب یہ اور بات ہے کہ یہ ہماری امّی کی بہت دُور کی رشتے کی بہن ہیں اور ان کی شکل بھی کافی حد تک سلمٰی خالہ سے ملتی جلتی ہے —

دراصل کل ہمارے ہاں سلمٰی خالہ نہیں، ثمینہ خالہ آئی تھیں انھوں نے امّی سے ایک دن کے لیے فرج مانگا اور امّی نے اجازت دے دی، لیکن ان کے ذہن میں یہ بات رہ گئی کہ فرج سلمٰی خالہ لے گئی ہیں — اب ثمینہ خالہ چونکہ دُور کی رشتے دار ہیں

اس لیے کسی کو بھولے سے بھی ان کا خیال نہ آیا —

دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سن کر ثمینہ خالہ نے مُڑ کر دیکھا اور پھر حیران ہو کر بولیں :

"ارے ارے، یہ آپ سب اس طرح بدحواس کیوں دوڑے چلے آ رہے ہیں، خیر تو ہے ؟"

"ہم — ہم، بس آپ کو کیا بتائیں —" میں نے ہانپتے ہوئے کہا —

اتنے میں رہڑا ہمارے گھر کے سامنے پہنچ گیا — امّی دروازے پر بے چینی کے عالم میں کھڑی تھیں — ان کی نظر سب سے پہلے رہڑے پر پڑی اور پھر رہڑے پر لدے فرج پر — اُن کے منہ سے نکلا :

"ارے، فرج مل گیا — خدایا تیرا شکر ہے —" پھر جوں ہی ان کی نظر ثمینہ خالہ پر پڑی، وہ چونک اٹھیں — ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں —

غالباً انھیں بھی سب کچھ یاد آ گیا تھا — وہ سب کچھ سمجھ گئی تھیں — فرج کو بڑی احتیاط سے اتروایا گیا۔ ہم نے چاروں طرف سے اس طرح مضبوطی سے پکڑ کر اندر لے گئے، جیسے ہمیں خطرہ ہو کہ اس کے پر نکل آئیں گے اور وہ ایک بار پھر پھُر سے اڑ جائے گا۔

الینان سے بیٹھنے کے بعد ہم نے ثمینہ خالہ کو ساری بات بتائی — وہ سُن کر بہت ہنسیں — انھوں نے بتایا کہ ان کی لڑکی کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آنے والے تھے، اس لیے وہ ایک دن کے لیے فرج لے گئی تھیں —

خیر صاحب، یہ جو ہوا سو ہوا — اب ہمیں تین کام اور کرنے تھے — ہم چاروں کو اپنے تھانے میں جا کر یہ اطلاع دینی تھی کہ ہمارے ابّو مل گئے ہیں — ابّو کو جا کر اپنے تھانے میں یہ بتانا تھا کہ فرج مل گیا ہے اور پھر ہمیں سلمیٰ خالہ کو جا کر ساری بات بتانی تھی —

دُوسری خالہ کا انعامی سوال

س : اس کتاب میں سے اپنی پسند کا ایک جُملہ منتخب کریں ؟

-/۲۵۰ روپے کا انعام پانچ برابر حصّوں میں تقسیم کیا جائے گا ، گویا پانچ بہترین جُملے چنے جائیں گے ، اپنا جواب کاپی سائز کاغذ پر تحریر کریں - ہر کاغذ پر اپنا نام اور پتا ضرور لکھیں - جواب ہر ماہ کی پندرہ تاریخ تک مل جانا چاہیے - چھوٹے چھوٹے پُرزے قبول نہیں کیے جاتے -

(ادارہ)

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود ، فاروق ، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۱۳۲

سرپھرے

مصنّف : اشتیاق احمد

- پروفیسر داؤد ان کے پاس ایک دلچسپ تجویز لے کر آئے تھے ۔
- وہ اس تجویز پر عمل کرنے کیا نکلے کہ عجیب وغریب حالات کا شکار ہو گئے ۔
- ایک جنگل کے سرے پر ایک پُراسرار خیمہ نصب تھا ۔
- جنگل میں ایک خوفناک بلا سے ان کا سامنا ۔
- بلا کو دیکھ کر ان کا پتا پانی ہو گیا ۔
- اس سے بڑھ کر جنگل میں ایک عجیب و غریب عمارت ۔
- اس عمارت میں کیا ہو رہا تھا ۔ آپ اس ناول کے آخر تک یہ بات نہیں جان سکیں گے ۔

قیمت : چھے روپے

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود ، فاروق ، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۱۳۳

کالا کنواں

مصنّف : اشتیاق احمد

- عمارت میں داخل ہونے کے بعد ان پر کیا گزری ۔
- ایک ایسی گیس جس نے ان کے جسم بے کار کر دیے اور وُہ دشمن کے رحم وکرم پر تھے ۔
- لیکن دشمن کا کہنا تھا ۔ اس نے رحم کرنا سیکھا ہی نہیں ۔
- بے بسی کے ان لمحات میں ان کی حالت کیا تھی ۔ پڑھیے ، مسکرائیے ۔
- ایک دشمن ملک کے بہت بڑے آدمی نے انھیں اپنے سامنے طلب کر لیا ۔
- آپ نے اس قدر مہماتی ناول بہت کم پڑھے ہوں گے ۔

قیمت : چھے روپے

سرپھرے کا دُوسرا حصّہ

آیندہ ناول کی ایک جھلک

آفتاب ، آصف ، فرحت اور انسپکٹر کامران مرزا سیریز ۴۸

زہریلا نگ

مصنف : اشتیاق احمد

- انہیں ملنے والا خط حد درجے پُراسرار تھا —
- ایک عجیب کیس انسپکٹر کامران مرزا کو سونپا گیا —
- شہر میں ان دنوں عجیب وارداتیں ہو رہی تھیں —
- شیر کا پنجہ کون تھا — وہ لوگوں کو موت کے گھاٹ کیوں اُتار رہا تھا —
- شاہد ، آئی جی اور ڈی آئی جی استعفیٰ دیتے نظر آئیں گے —
- آفتاب ، آصف اور فرحت کا اعلان ، ہم آئی جی صاحب کے حکم کے پابند نہیں ہیں —

قیمت : چھے روپے

آیندہ ناول کی ایک جھلک

شوکی سیریز ۳۰

گُم شُدہ ڈرائیور

مصنف : اشتیاق احمد

- پولیس مقابلے میں مارے جانے والے ایک شخص کی کہانی —
- اس کا بھائی بہت پریشان تھا —
- شوکی برادرز نے اس بار کیس کس طرح حاصل کیا —
- اور جب انہیں موت کے مُنہ میں دھکیل دیا گیا —
- اشفاق کے لمبے قد نے کیا گُل کھلایا —
- آپ آخر تک مُجرم کو نہیں پہچان سکیں گے —

قیمت : چھے روپے

آئندہ ناول کی ایک جھلک

سُرخ لفافہ

انسپکٹر ارسلان سیریز نمبر ۱

ایک نئے سلسلے کا ناول

مصنف : آفتاب احمد

- لیجیے ! میرے چھوٹے بھائی بھی مصنف بن گئے ـــ
- سُرخ لفافہ بچوں کے شمارے 'ذہانت' میں قسط وار اشاعت کے لیے منتخب کیا گیا ـــ
- پہلی قسط شائع ہوئی تو آفتاب احمد نے مجھے دکھائی ـ اس سے پہلے بھی آفتاب احمد اپنی کہانیاں مجھے دکھاتا رہا تھا ، لیکن کسی کہانی نے خاص متاثر نہیں کیا تھا ـ اور میں یہی کہتا رہا ، ابھی کوشش کرتے رہیں ـــ
- آخر ان کی کوشش رنگ لائی اور سرخ لفافہ مجھے متاثر کر گیا ـــ
- چنانچہ اسے ناولٹ کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے ـــ
- ذرا دیکھیے تو سہی ـ کہیں آفتاب احمد مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے نکلنے والے تو نہیں ہیں ـــ
- ایک تجسس آمیز کہانی ـ جس کا مجرم بہت مجبور تھا ـــ
- جب اس کی مجبوری آپ کے سامنے آئے گی تو آپ اُچھل پڑیں گے ـــ
- جن بچوں نے 'ذہانت' میں اس کی قسطیں پڑھیں ، ان کا کہنا ہے ـ آفتاب احمد بالکل میرے انداز میں لکھ رہے ہیں ـــ
- یہ بات میرے لیے حیران کن بھی ہے اور خوش کن بھی ـــ
- "سُرخ لفافہ" اگر آپ کو پسند آیا تو پھر شاید ان کا بھی ہر ماہ ایک ناول شائع کیا جانے لگے ـ دیکھیے ـ کیا بنتا ہے ـــ

بیس ستمبر کو پڑھیے۔

خُونی جنگل

مصنف : اشتیاق احمد

- دس سال پہلے ادارہ فیروز سنز نے مجھے ایک انگریزی ناول دیا۔
- اور کہا کہ اسے اپنے ماحول میں ڈھال کر اُردو زبان میں لکھ لائیے ـــ
- چنانچہ وُہ ناول خونی جنگل کے نام سے شائع کیا گیا ـــ
- دس سال گزرنے پر اس کے حقوق اب مجھے مل گئے ہیں ـــ
- لہٰذا اشتیاق پبلی کیشنز سے شائع ہو رہا ہے ـــ
- قدم قدم پر حیرتوں کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جائیے ـــ

قیمت : چھے روپے

بیس اکتوبر کو پڑھیے۔

حنیف ریڈی میڈ سنٹر

- بچوں کے لیے رنگارنگ ریڈی میڈ ملبوسات —
- بڑوں کے دیدہ زیب سوٹ —
- ہر عمر اور ہر موسم کے تیار شدہ لباس —
- بازار سے بارعایت —
- پہننے اور اُتارنے میں آسان —
- ہر قسم کی ورائٹی موجود —
- ہم سے خریداری کر کے آپ اطمینان محسوس کریں گے۔
- شہر بھر کی واحد نفیس دکان —

حنیف ریڈی میڈ سنٹر

عالم مارکیٹ ○ ریل بازار، جھنگ صدر

ہفت روزہ

ختم نبوت کراچی

- مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان ہفت روزہ —
- قادیانی سرگرمیوں کا بھرپور نوٹس لینے والا شمارہ —
- اندرون ملک اور بیرون ملک قادیانی کارروائیوں کی مکمل رپورٹ پیش کرتا ہے —
- ہر شمارہ فکر انگیز اور سنسنی خیز انکشافات کا ضامن —
- پہلی فرصت میں اس ہفت روزہ کے خریدار بنیے — دین اور ملک کے کام آئیے —

قیمت فی پرچہ ۲۰/- روپے، ششماہی ۱۰/۶۰ روپے، سالانہ ۲۰/۱۲۰ روپے

*

ہفت روزہ ختم نبوت ○ جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ

پرانی نمائش ایم۔اے جناح روڈ — کراچی ۳

اغراض و مقاصد ممبر شپ

* مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ممبر بننے سے پہلے آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں ——

* اغراض و مقاصد معلوم کرنے کے خواہش مند ایک خط لکھ کر لٹریچر منگوا سکتے ہیں ——

* یہ لٹریچر آپ ملتان اور اشتیاق پبلی کیشنز کسی بھی پتے سے منگوا سکتے ہیں ——

* ممبر بننے پر آپ کو ضروری معلومات بھی فراہم کی جاتی ہیں ——

* ممبر بننے کے خواہش مند اغراض و مقاصد کے لیے فوری طور پر لکھیں ——

آئندہ خاص نمبر کے اشتہار کی ایک جھلک

بیگل مشن

* جی ہاں — یہ ہے آئندہ خاص نمبر کا نام —
* جو مشترکہ خاص نمبر ہوگا —
* تینوں پارٹیوں کی ملاقات انوکھے حالات میں —
* آپ بے ساختہ ہنسنے پر مجبور ہو جائیں گے —
* اور —/۵۰۰۰ روپے کے انعامات بھی حاصل کر سکیں گے۔

بقیہ اشتہار آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں

قیامت کب آئے گی

مؤلف : اشتیاق احمد

- ایک کتاب جس نے بل چل مچادی —
- پڑھنے والے چونک چونک اُٹھے —
- شاگوں پر سے کتاب غائب ہوگئی —
- فوری طور پر دُوسرا ایڈیشن شائع کرنا پڑا —
- اور اب دُوسرا بھی ختم ہے — تیسری بار شائع کی جا رہی ہے —
- پہلی فرصت میں پڑھنے والی کتاب —
- دُنیا کی حقیقت آنکھوں کے سامنے —

قیمت : پانچ روپے

جزیرے کا سمندر

- اشتیاق احمد کی زندگی کا سب سے بڑا خاص نمبر —
- صفحات ۸۸۸ ، قیمت تیس روپے —
- آپ نے اتنا عظیم خاص نمبر پہلے کبھی نہیں پڑھا ہوگا —
- پڑھا ہی نہیں ، بلکہ دیکھا بھی نہیں ہوگا —
- قارئین کی ۹۵ فیصد تعداد نے اسے بے تحاشہ پسند کیا —
- اشتیاق احمد کا خیال ہے ، اب وہ اتنا بڑا ناول شاید آئندہ زندگی میں نہیں لکھ سکیں گے —
- اس لحاظ سے یہ ان کا پہلا اور آخری سب سے بڑا خاص نمبر بن گیا ہے —
- اگر آپ نے ابھی تک نہیں پڑھا ، تو پہلی فرصت میں پڑھیے —
- کسی سٹال سے نہ ملے تو ۲۷/۵۰ روپے کا منی آرڈر کر کے اشتیاق پبلی کیشنز سے منگا سکتے ہیں —
- منی آرڈر کے نیچے ناول کا نام ضرور لکھیے —

شکریہ !

ایک ناول جو حقیقت بن کر اُبھرا

- اس ناول نے آخر تہلکہ کیوں مچا دیا —
- یہ بات تو آپ ناول پڑھ کر ہی جان سکیں گے —
- ایک ایسا ناول جس نے ذہنوں میں کئی سوالات پیدا کر دیے —
- اشتیاق احمد کو گالیوں بھرے خطوط لکھے گئے۔ انھیں کافر تک کہا گیا —
- لیکن دوسری طرف محبِ وطن لوگوں نے اس ناول کی حد درجے تعریف کی —
- اگر آپ نے اشتیاق احمد کا یہ ناول نہیں پڑھا تو یقیناً ایک قیمتی ناول سے اب تک محروم ہیں —
- پہلی فرصت میں پڑھنے کے لائق ناول —

قیمت : چھے روپے